"علم اسباب ورود الحدیث" ایک تحقیقی جائزہ

The Context and rationale of Hadith: A Scholarly Dissertation

ڈاکٹر محمد ادریس لودھی*

حافظ عطاء المصطفیٰ**

Abstract:

Asbab-e-worood-e-Hadith means the context of background of a Haith. It is impossible to understand the original myth of hadith without knowing its background and context. This Article presents the concept of asbab-e-worood-e-Hadith. The discussion has been premeditated to explore the meanings and importance of asbab-e-worood. In this regard, keeping in view the nature of topic, the guidance has been sought from the Ahadith of Holy Prophet (PBUH).Asbab-e-worood in its nature having similarities with asbab-e-nazool-e-Quran. This article also describes the relationship between asbab-e-worood-e-hadith and asbab-e-nozool-e-Quran. In this regard some examples have been discussed also. This article also describes how asbab-e-worood is important to specify the meanings of text and explain the textual ambiguities.

Key Words:

1. *Asbab-e-worood-e-Hadith*
2. *Asbab-e-Nozool-e-Quran*
3. *Sabab-e-worood qasasia*
4. *Sabab-e-worood sawalia*

رسول اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ (قولی، فعلی، تقریری یا وصفی) کو بطریق احسن سمجھنا اس بات پر موقوف ہے کہ مجموعی طور پر من جملہ تمام بنیادی چیزوں کا علم حاصل کیا جائے کہ جن سے قاری حدیث کسی بھی طور پر غافل و بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اس میں غفلت برتے تو حدیث پڑھنے، سیکھنے، سمجھنے اور سمجھانے میں بہت سے ابہام پیدا ہو سکتے ہیں۔

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، اسلام آباد۔

لہٰذا حدیث کی مبادیات وبنیادی چیزوں (حدیث، علوم الحدیث، اسباب حدیث وغیرہ) میں سے کسی بھی بنیادی چیز کو ترک کرنے سے حدیث کے مفہوم میں اضطراب پیدا ہو سکتا ہے اور نصوص یعنی آیات واحادیث کے مابین یا صرف احادیث کے مابین اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔ جبکہ حقیقت میں ان کا آپس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ مگر یہ اختلاف حدیث کے ان بنیادی علوم و مبادیات کے نہ جاننے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب حدیث کا ماخذ و مصدر ایک ہی ہو تو نصوص میں اختلاف و تضاد کی توقع نہیں کی جا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفًا كَثِيرًا"[۱] اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔"

درج بالا آیت میں نصوصِ قرآنی کے عدم اختلاف کو واضح کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى. وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى"[۲] اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر جو بات ان کو وحی کی جاتی ہے۔"

اس لیے ان نصوص کے مابین اختلاف محال ہے۔ اس لیے نصوص وحی میں فی نفسہٖ کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا اختلاف ورد کی اصل وجہ عام لوگوں کی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم واقفیت، ناشناسائی اور کم علمی ہے لہٰذا ناکافی بصیرت کی بنیاد پر اختلاف کی صورت پیش آتی ہے۔ اگر علم و تحقیق قوی ہو تو ایسے اختلاف کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

اور نصِ قرآنی کے اجمال کو تفصیل، اشتراک کو تاویل اور عموم کو تخصیص، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: " وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ "[۳] "اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اپنا ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو کھول کر بیان کر دیں جو ان کی طرف اُتارا گیا۔"

قرآن مجید کی یہ آیت اسی بات پر شاہد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا وہ تعلیم اُمت کے لیے ہے تو قرآن مجید کی وضاحت احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ اور پھر نصوصِ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ کے سُپرد ہے تو ان نصوص کی معنوی حفاظت دراصل حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ

وسلم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ "[۴] "اورآپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سکھادیا جو کچھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ جانتے تھے"

لہٰذا اختلاف مابین النصوص کی اصل وجہ علومِ حدیث کے بارے میں عدم واقفیت ہے۔ ان اختلافات کو ختم کرنے میں علماءِ سلف نے بہت تحقیقی اور معیاری کام کیا ہے یہاں تک کہ اُنہوں نے روایت حدیث کے ہر پہلو پر توجہ کی یعنی سند و متنِ حدیث کے تمام پہلوؤں کو ملحوظِ خاطر رکھا۔

علماءِ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت واحادیث کی چھان بین پر جو علمی اور تحقیقی کام کیا اس سے احادیث کے مابین ہلکا اور خفیف ترین فرق بھی زائل ہوگیا۔ اوراس کام میں انہوں نے نہایت احتیاط برتی کیونکہ احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دین اسلام کی بنیاد ہیں۔

اسی احتیاط کی بناء پر بلند پایہ تصنیفات صرف رواۃ حدیث کے اسماء کنیت صفات، اختلاف و کردار، کی مکمل چھان بین پر مبنی ہیں۔ جن میں رواۃ حدیث کی زندگی کے ہر پہلو کو سامنے رکھا گیا عمر کے ہر حصہ میں خصائل، خیالات، افکار، حفظ، صحت وعدم صحت، بچپن، جوانی، کہولت، بُڑھاپا، غرضیکہ ہر پہلو کو سامنے رکھا گیا۔ اس طرح علم جرح و تعدیل کی تدوین عمل میں آئی۔

اسی طرح حدیث کے رد و قبول اور اس کے متعلقات پر تصانیف موجود ہیں۔ بعض اوقات حدیث خود ایک طریق سے ضعیف ہوتی ہے مگر دوسرے طریق و سند سے قوت پا جاتی ہے جو سند صحیح ہو یا حسن اور وہ ضعیف حدیث کی سند کے موافق آجائے اور اس کی مؤید بن جائے تو ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

مصطلحات وعلوم الحدیث میں اسباب ورود حدیث بھی ایک اہم ترین موضوع ہے۔ اسباب ورودِ حدیث کا موضوع متن حدیث سے متعلق علوم وفنون کے باب میں بنیادی موضوعات میں شمار ہوتا ہے۔ محدثین اور فقہائے کرام نے اس علم و فن کو علوم الحدیث کی انواع واقسام میں شمار کیا ہے۔ اس لیے وہ اس کو یاد کرنے، پڑھنے، پڑھانے، لکھنے اور عوام کے سامنے لانے میں حریص تھے۔ کیونکہ نص کو سمجھنے اور اس سے حدیث کے مسائل مستنبط و مستخرج کرنے میں اس کا بہت بڑا اثر ہے اور لامتناہی فائدہ ہے۔ معرفت اسباب ورود حدیث اہم ترین امر ہے یہی وجہ ہے کہ اس فن میں بیش بہا علمی اثاثہ منصہ شہود پر آیا۔

تعریف اسباب ورودِ حدیث:

"هو ما ذكر الحديث بشانه وقت وقوعه"

حدیثِ مبارکہ کو وقت ورود یعنی حسبِ موقع، مناسبت کے لحاظ سے وجہ سبب کے تمام لوازمات و متعلقات کے ساتھ بیان کرنا سبب ورودِ حدیث کہلاتا ہے۔ کبھی حدیث کا سبب ورود یا شان ورود کسی اہم واقعہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے یا کسی سوال کا جواب ہوتا ہے۔

تعریف میں اختلاف اور محققین کی رائے:

بعض محدثین کے مطابق لفظ سبب سے وقت وقوع کی قید سے وہ احادیث و اخبار خارج ہو جاتی ہیں جو زمانہ ماضی سے تعلق رکھے جیسے کہ قصصِ انبیاء وغیرہ لیکن یہ بات اپنی اصل میں دو جہتیں رکھتی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اگر قصص انبیاء میں سے قصص ابتدائیہ طور پر ہی بیان کئے جائیں تو اس صورت میں تو وقت وقوع کی قید سے وہ احادیث خارج ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر قصص کو باقاعدہ کسی موضوع میں مثالاً بیان کیا جائے تو اُس موضوع کے اعتبار سے اُن قصص کی اہمیت سبب کے لحاظ سے اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ اس کی مثال میں ذیل میں ایک حدیثِ مبارکہ بیان کی جاتی ہے۔

امام مسلمؒ نے کتاب الفضائل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے فضائل کے ذکر میں حدیثِ مبارکہ بیان کی۔ اس حدیث میں ملک الموت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو ہوئی اُس کا ذکر ہے۔ جب ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پوچھنے پر کہا کہ اُس مہلت کے بعد بھی موت آئے گی تو حضور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"رب امتني من الأرض المقدسة رمية بحجر"[5]

"اے میرے رب! ارضِ مقدس سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلے پر میری روح قبض کرنا۔"

اس حدیث مبارکہ کے سبب ورود میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دُعاء مذکور ہے اس سے فقہاء نے فضیلت والے مقامات پر دفن کا استحباب بیان کیا ہے۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ :

اس حدیث میں فضیلت والے اور متبرک مقامات پر دفن ہونے اور صالحین کے قرب میں دفن کرنے کے استحباب کا بیان ہے۔

سبب کا لغوی معنیٰ:

لغوی اعتبار سے سبب کا مطلب ہے کہ: "وهو كل شيء يتوصل به إلى غيره"[٦] ہر وہ چیز جس کے ذریعے کسی دوسری چیز تک پہنچا جائے"۔

اہل عرف نے سبب کے تعریف یوں کی ہے کہ: "كل شيء يتقول به إلى مطلوب"[٧] "ہر وہ چیز جس کی وساطت سے مطلوب تک رسائی حاصل ہو اُسے سبب کہا جاتا ہے۔"

"طريق موصل إلى الحكم"[٨] "وہ طریقہ جس کے ذریعے حکم (شرعی) تک پہنچا جائے"

ورود اور موارد کا لغوی معنیٰ:

لغوی اعتبار سے ورود یا موارد مناہل کے معنیٰ میں ہے یعنی وہ پانی جو وارد ہو۔ "بمعنى المناهل أو الماء الذي يورد"[٩]

سبب ورود کی اصطلاحی تعریف:

امام سیوطیؒ سبب ورود حدیث کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ:

"هو علم يبحث فيه عن الأسباب الداعية إلى ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا السبب قد يكون سوالا وقد تكون حادثه وقد تكون قصه. يقول النبي صلى الله عليه وسلم الحديث بسببه أو بسببها"[١٠]

"سبب ورودِ حدیث وہ علم ہے جس میں اُن اسباب کے بارے میں بحث کی جاتی ہے کہ جو رسول اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی طرف پہنچاتے ہیں (جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، عادات، فضائل و صفات کا ذکر ہو) اور یہ سبب کبھی سوال ہوتا ہے کبھی حادثہ ہوتا ہے کبھی واقعہ ہوتا اور کبھی کسی قصے کا جواب بنتا ہے جیسے

رسول اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ کہنا کہ اس کی وجہ اور سبب یہ ہے۔"

اسی طرح حدیث کے معنی و مراد کی تحدید کے طریقہ کو بھی سبب ورودِ حدیث کہتے ہیں امام ابن حمزہ دمشقی کے مطابق:

"هو ما يكون طريق لتحديد المراد الحديث من عموم أو خصوص أو اطلاق أو تقييد أو نسخ أو غير ذلك"

"سبب ورودِ حدیث اُس طریقہ کار کو کہتے ہیں کہ جس سے کسی حدیث کے معنی میں عموم و خصوص اطلاق وتقیید، یا نسخ کی تعیین کی جاتی ہے۔"

اس علم پر اہم تصانیف:

اسباب ورودِ حدیث کے اعتبار سے محدثین نے مختلف تصانیف لکھی ہیں جن میں سے چند اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

(i) محاسن الاصطلاح وتضمين كلام ابن الاصلاح

مصنفہ: الحافظ شیخ الاسلام سراج الدین عمر البلقینیؒ

(ii) النخبه وشرحها

مصنفہ: احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ (م ۸۵۲ ہجری)

(iii) اللمع فى اسباب ورود الحديث الشريف

مصنفہ: امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ (م۹۱۱ ہجری)

(iv) البيان والتعريف فى اسباب ورود الحديث الشريف

مصنفہ: ابراہیم بن محمد کمال الدین ابن حمزہ الدمشقی الحیسنی الحنفیؒ (م ۱۰۲۲ہجری)

لیکن صحابہ کرامؓ کے زمانے سے اب تک آثار و کتب پر غور وفکر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ علم بہت قدیم ہے اور یہ علم اصل میں علم اسباب نزول القرآن الکریم کے مشابہ ہے۔

جیسا کہ امام سیوطیؒ لکھتے ہیں: "ان من أنواع علوم الحديث: كمعرفة أسباب نزول القرآن"[۱۲]

"یہ علوم حدیث کی انواع میں سے ہے کہ اسباب کو جانا جائے جیسا کہ اسباب نزول قرآن کا جاننا ہے۔"

اسی طرح ابن حمزہؒ دمشقی لکھتے ہیں کہ:

"اعلم ان أسباب ورود الحديث كأسباب نزول القرآن"[۱۳] "جان کہ اسباب ورودِ حدیث، اسباب نزول قرآن کی طرح ہے"۔

درحقیقت سبب ورود حدیث اصل میں سبب نزول قرآن کی مثل ہے۔ جس طرح قرآنِ مجید کی آیات کے معانی و مطالب کی وضاحت کے لیے شانِ نزول کی طرف جانا ضروری ہے بالکل اسی طرح حدیثِ مبارکہ کی مکمل وضاحت اور احکام کے استنباط کے لیے سبب ورود کا جاننا بھی ضروری ہے۔ ذیل میں شانِ نزولِ قرآن کی اہمیت پر ایک حدیث بیان کی جاتی ہے:

"عن ابراهيم التيمى قال: أرسل عمر بن خطاب إلى ابن عباس فقال: كيف تختلف هذه الأمة وكتابهاواحد ونبيها واحد وقبلتها واحدة؟ فقال ابن عباس: يا أمير المؤمنين أنزل علينا القرآن فقرانا، وعلمنا، فيمانزل وانه سنكون بعدنا أقوام يقرؤن القرآن ولا يعرفون فيما نزل فيكون لقوم فيه رأي كان لكل قوم فيه رأي اختلفوا،فإذ اختلفوا قتلوا"[۱۴]

"ابراہیم تیمیؒ سے روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ نے ابن عباسؓ کی طرف خط بھیجا اور کہا یہ امت کیسے اختلاف میں پڑ سکتی ہے کہ اس امت کی کتاب ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور قبلہ بھی ایک؟ ابن عباسؓ نے فرمایا اے امیر المومنین بے شک قرآن ہم پر نازل ہوا پس ہم نے اسے پڑھا اور ہم نے جانا کہ قرآن کب اور کہاں نازل ہوا۔ عنقریب ایک قوم ایسی آنیوالی ہے جو قرآن تو پڑھیں مگر انہیں قراان کے نزول کا علم نہیں ہوگا۔ اسے ہر قوم کی قرآن کے بارے میں اپنی رائے ہوگی۔ اسی وجہ پر اختلاف ہوگا تو آپ میں اختلاف کریں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔"

سبب نزول قرآن اور سبب ورودِ حدیث میں گہرا ربط اور تعلق پایا جاتا ہے۔ بعض اوقات ایک حدیث کا سبب، نزول قرآن کے سبب کو واضح کرتا ہے۔ جس سے قرآن کے احکامات کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر اسباب ورودِ حدیث اور سبب نزول قرآن کے موضوع کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے جبکہ اپنی اصل میں یہ ایک مکمل موضوع ہے۔

ذیل میں سبب نزولِ قرآن اور سبب ورودِ حدیث میں ربط کو واضح کرنے کے لیے چند احادیث بیان کی جاتی ہیں:

"۱۔عن زید بن أرقم قال:کنت فی غزاۃ فسمعت عبد اللہ ابن أبی یقول: لا تنفقوا علی من عندرسول اللہ حتی ینفضوا من حولہ، ولئن رجعنا من عندہ لیخرجن الأعز منھا الأذل فذکرت ذالک لعمی او لعمر فذکرہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعانی فأرسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أبی عبد اللہ بن أبی وأصحابہ فحلفوا ما قالوا، فکذبَنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدقہ، فأصابنی ھم لم یصبنی مثلہ قط، فجلست فی البیت فقال لی عمی: ماردت الی ان (کذبك) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومقتک فأنزل اللہ تعالیٰ :اذا جائک المنفقون۔ فبعث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ فقال: ان اللہ قد صدقك یا زید۔"[۱۵]

"حضرت زیدؓ بن ارقم روایت کرتی ہیں انہوں نے کہا کہ میں ایک جنگ میں تھا تو میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ علیہ وسلم کے قریب ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں جو ان کے گرد ہیں اور ہم یہاں سے لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا ذلیل کو ان سے باہر نکال دے گا میں نے یہ اپنے چچا یا حضرت عمرؓ سے ذکر کیا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلا بھیجا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو رسول اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اُس کے ساتھیوں کو بُلایا تو ان لوگوں

نے قسم کھائی کہ ہم نے ایسا نہیں کہا تو رسول اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو جھوٹا سمجھا اوراس کو سچا بس مجھے اس بات کا اتنا صدمہ ہوا کہ اس سے پہلے اتنا صدمہ نہیں ہوا تھا۔ میں اپنے گھر میں بیٹھ رہا تو مجھ سے میرے چچا نے کہا کہ کیا بات ہے؟ رسول اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو جھوٹا کہا اور تجھ پر ناراض ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اِذَا جَآئَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا اور یہ آیت پڑھی پھر فرمایا اے زید! اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کر دی ہے"۔

اس حدیثِ مبارکہ کے سبب سے قرآن مجید کی سورۃ المنافقون کی آیات کا سبب نزول واضح ہوتا ہے۔ اور یوں سبب ورودِ حدیث اور سبب نزولِ قرآن کے مابین ربط بھی واضح ہوتا ہے۔

سبب ورود سوالیہ:

"عن ام سلمة قالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لا أسمع الله ذكر النساء فى الهجرة فأنزل الله تعالىٰ: انى لا أُضيع عمل عامل منكم من ذكر او أنثى بعضكم من بعض"[16]

"حضرت ام سلمہؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وسلم! میں نے نہیں سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی ہجرت کا ذکر کیا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد یا عورت، تم میں سے بعض بعض سے ہیں۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی ام سلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کی ہجرت کے بارے میں سوالاً عرض کیا۔ سبب ورودِ حدیث کے اعتبار سے یہ حدیث سوالیہ ہو گی۔ اوراس کا ربط قرآنِ مجید کی مذکورہ آیت سے واضح ہے۔

سبب ورود قصصیہ:

"عن سماك بن حرب قال سمعت مصعب بن سعد يحديث عن أبيه سعد أنزلت فى أربع آيات فذكر قصه و قالت أم سعد اليس قد أمر الله باالبر والله لا أطعم طعام ولا أشرب شرابا حتى أموت أو تكفر قال فكانوا اذا أرادوا أن

يطعموها شجروافاها فنزلت هذه وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي"[۱۷]

''سماک بن حرب، مصعب بن سعد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرے متعلق چار آیات نازل ہوئیں۔ پھر قصہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نیکی کا حکم نہیں کیا؟ اللہ کی قسم میں اس وقت کچھ نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک مر نہ جاؤں۔ یا پھر تم دوبارہ کفر نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب اُنہیں کچھ کھلانا ہوتا تو منہ کھول کر کھلایا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اُسے شریک کرے کہ جسے تو نہیں جانتا تو اُن کا کہنا نہ مان!''

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی والدین کی فرمانبرداری کی حد متعین ہوتی ہے۔ حضرت سعدؓ چونکہ اس حدیث میں قصہ بیان کرتے ہیں تو اس اعتبار سے سبب ورود کے اعتبار سے یہ حدیث قصصیہ ہے۔ اور یہ حدیث والدین کے حقوق میں اجمال کو زائل کرتی ہے۔

"عن جابر بن عبد الله قال أقبلت غير يوم الجمعة ونحن مع النبى صلى الله عليه وسلم فثار الناس الا اثنى عشر رجلاً فأنزل الله تعالىٰ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا"[۱۸]

''جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک قافلہ جمعہ کے دن آیا اور اس وقت ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو بارہ آدمیوں کے سوا تمام لوگ رو پڑے اُس وقت آیت نازل ہوئی کہ جب وہ لوگ مالِ تجارت یا کھیل کی چیز کی طرف دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔''

اس حدیثِ مبارکہ کے سبب ورود کو دیکھا جائے تو سبب کے اعتبار سے یہ حدیث واقعیہ یا قصصیہ ہے۔ اور پھر اس قصہ میں لوگوں کے لوگوں کے جس عمل کو بیان کیا جارہا ہے، اس کا ربط آیت قرآنی کے نزول کے ساتھ ہے۔

علم اسباب ورود حدیث فقہ وحدیث دونوں میں معرفت رکھنے والے مجتہدین کو بہت فائدہ دیتا ہے اس نوع کی چند مثالیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

۱. ادراک حکم الشریعة ومعرفة مقاصد الشریعة:

یعنی شریعت کا حکم جاننا اور مقاصدِ شریعہ جاننا، سبب ورودِ حدیث کو ایک لحاظ سے ذکر حدیث کے لیے بھی اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے اس لیے جو اس کے ساتھ ملتی جلتی احادیث ہیں ان میں فرق کا بھی فائدہ دیتا ہے۔

اس طرح سبب ورود حدیث اجتہادی مسائل میں بہت زیادہ فائدہ مند ہے اور اس سے قرآنی آیات کے واقعات اور نازل ہونے کی جگہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔

۲. فهم الحدیث علی الوجه الصحیح وسلامة الاستنباط منه:

سبب ورودِ حدیث کا دوسرا اہم فائدہ وجہ صحیح سے حدیث کو جاننا اور اس سے درست نتائج اخذ کرنا ہے۔

واحدی نے اسباب ورود کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"اذ هي أوفى ما يجب الوقوف عليها وأولى ماصرف العنايه اليها لامتناع معرفة تفسير الآ ية وقصد سبيلها دون الوقوف إلى قصتها وبيان نزولها"

"(اسبابِ نزول) جاننے کا علم، آیت کے نازل ہونے، اس کا معنی سمجھنے پر مکمل رہنمائی دیتا ہے اس لیے اس پر کام کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ کسی آیت کی تفسیر کی معرفت صحیحہ معلوم ہو سکے کیونکہ اس علم کے ذریعے قصے پر واقفیت مراد نہیں بلکہ آیات کے نزول کا مقصد جاننا مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے".

ابن دقیق العید نے کہا: "بیان سبب النزول طریق قوی فی فھم معانی القرآن."[۱۹] "سبب نزول کا بیان قرآن کے معانی سمجھنے میں ایک طاقتور طریقہ ہے۔

درج بالا قول امام جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان میں نقل کیا ہے۔

اس سے پہلے ہم دیکھ چکے ہیں کہ جس طرح نزول آیت قرآنی کا اصل فہم سبب کو سمجھے بغیر ناممکن ہے بالکل اسی طرح حدیث کے مکمل فہم کے لیے بھی سبب کا ادراک ضروری ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ فقیہ ہو یا مجتہد دونوں کو سبب ورود حدیث کے بیان اور اس سے مسائل کے استنباط میں حد درجہ احتیاط کرنی ہو گی یہاں تک کہ وہ اصل فہم اور اس کے سوا کے مابین فرق کو واضح کرنے میں خطا سے بچے۔

حکم شرع کو سمجھنے کے لیے سبب ورود حدیث کی ضرورت واہمیت پر ذیل میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے مسلم کی روایت ہے کہ

"عن جابر بن عبداللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فرأی رجلا قد اجتماع الناس علیہ وقد ظلل علیہ فقال مالیہ قالوا رجل صائم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس البر أن تصوموا فی السفر."[۲۱]

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک بار سفر کر رہے تھے کہ ایک شخص کے گرد لوگ جمع تھے اور اس پر سایہ کا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے اس پر رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔"

پس سبب ورود حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جب مرد کو جدوجہد ومشقت کا سامنا ہو تو سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔

۳۔ تخصیص العام:

اسی طرح عموم کی تخصیص کے لیے بھی سببِ ورودِ حدیث کی اہمیت اپنی جگہ ہے جس طرح کے درجہ بالا حدیث میں سببِ ورود حدیث سے تخصیص ہو جاتی ہے کہ اس شخص کی طرح اگر کسی شخص کو جدوجہد یا مشقت کا سامنا ہو تو سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

اسی بناء اکثر فقہاء جن میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سفر میں طاقت ہو تو روزہ رکھنے میں ممانعت نہیں۔ لیکن اگر مشقت کا سامنا ہو تو روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے سفر کی حالت میں۔ کیونکہ ایک اور حدیث مبارکہ کے سبب ورود سے مشقت اور جدوجہد کی حالت کی تخصیص ہو جاتی ہے کہ

"عن أبی سعید الخدری وجابر بن عبدالله قال سافرنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فیصوم الصائم ویفطر المفطر فلایعیب بعض علی بعض"[۲۲]

"ابو سعیدؓ خدری اور بابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا ہم میں روزہ دار روزہ رکھتا تھا اور روزہ چھوڑنے والا روزہ چھوڑ دیتا تھا اور کوئی کسی کو بُرا نہیں کہتا تھا"۔

اب اس حدیث مبارکہ سے لیس البر والی حدیث مبارکہ کے سبب ورود میں جدوجہد و مشقت کی تخصیص ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں جدوجہد کا سامنا کرتا ہے تو اس کی نیکی نہیں اس میں کہ وہ روزہ رکھے۔ لیکن ابو سعید خدریؓ والی حدیث سے یہ بھی تخصیص ملتی ہے کہ اگر مشقت کا اندیشہ نہ ہو تو رکھ لینے میں بھی حرج نہیں۔

۴. تعیین المبهم:

مبہم کو متعین کرنے میں بھی سبب ورودِ حدیث کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث پاک سے ہوتی ہے:

"عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن من عباد الله من لو اقسم علی الله لأبره"[۲۳]

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم اُٹھاتے ہیں تو اللہ ان کو پورا کر دیتا ہے۔''

اس حدیث مبارکہ میں بظاہر جو ابہام ہے وہ سبب ورود کو سامنے رکھنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے سبب ورود میں یہ ہے کہ ربیع کی بہن ام حارثہ نے کسی انسان کو زخمی کر دیا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدلہ لیا جائے گا، جبکہ ربیع کی ماں نے کہا کہ بخدا اس سے بدلہ نہیں لیا جائے گا وہ یہ مسلسل کہتی رہیں حتی کہ وہ لوگ دیت پر راضی ہو گئے تب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم اُٹھاتے ہیں تو اللہ ان کو پورا کر دیتا ہے"۔

اس میں ایک اور بات وضاحت طلب ہے کہ ربیع کی ماں نے جو بار بار قسم اُٹھا کر بدلہ نہ لینے کی بات کی ہے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انکار یا ضد کی نیت سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل کے حصول کی نیت سے ہے۔ لہٰذا حدیث کے سبب ورود سے ابہام کا تعین ہو گیا۔

۵- إزالة الإشكال عن الرواية:

سبب ورود حدیث کی معرفت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ روایت سے اشکال کا ازالہ کیا جا سکتا ہے انسان عقلِ سلیم رکھتا ہے اور قرآن کا مزاج عموم پر مبنی ہے کیونکہ قرآن عام اور ہمیشہ رہنے والا ہے یہ صرف جزئیات، تفصیلات اور کچھ لمحے کے لیے نہیں بلکہ تا قیامت انسان کی رہنمائی کے لیے ہے۔ لہٰذا ایک مفسر کے لیے جہاں قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے اسباب نزول قرآن کا جاننا ضروری ہے وہاں اسباب ورود حدیث کا جاننا بھی اتنا ہی ضروری ہے کیونکہ بعض اوقات اگر قرآن کے عموم میں کوئی اشکال پیدا ہو تو سبب ورود حدیث سے اس کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

ذیل میں اس سے متعلق ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"لاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَواْ وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُواْ بِمَا لَمْ يَفْعَلُواْ فَلاَ تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ"[۲۴]

"ان کے متعلق ہر گز یہ نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے ان لوگوں کے متعلق ہر گز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"

اس آیت مبارکہ کا سبب نزول یہ ہے کہ ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تو بعض منافقین پیچھے رہ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جاتے اور اپنے اس فعل پر خوش ہوتے کہ وہ رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں جاتے اور جب رسول اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لاتے تو وہ لوگ مختلف حیلے بہانے کرتے اور قسمیں کھاتے اور اس پر قسمیں کھاتے جو انہوں نے کیا ہے اور چاہتے کہ ان کی تعریف کی جائے تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔[۲۵]

"عن علقمه بن وقاص: ان مروان قال لبوابه: اذهب يا رافع إلى ابن عباس (رض) فقل : لئن كان كل أمرى فرح بما أتى، وأحب أن يحمد بما لم يفعل معذباً لنعذبن أجمعون! فقال ابن عباس (رض) ومالكم ولهذا انما دعا النبى صلى الله عليه وسلم يهود فسألهم عن شئى فكتموه اياه وخبر بغيرہ فاروه ان قد استحمد وا اليه بما أخبرو ا عنه فيما سألهم وفرحوا بما أوتوا من كتمانهم ثم قرأ ابن عباس واذ أخذ الله ميثاق الذين أوتوا لكتب لتبيننه للناس ولا تكتمونه فنبذوه وراء ظهورهم."[۲۶]

"علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا اے رافع، ابن عباسؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہر شخص اپنے فعل پر خوش ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ جو کام اس نے کیا ہے اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اگر عذاب دیا جائے گا تو ہم سب کو دیا جائے گا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق؟ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جو اصل چیز نہیں بتائی تھی اس پر ان کی تعریف کی جائے پھر ابن عباسؓ نے دو آیات تلاوت کیں (اور یاد کی جائے جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور اس کو نہ چھپانا تو انہوں نے اس عہد کو پورا نہ کیا انہیں پس پشت پھینک دیا".

لہٰذا ہر چند کہ قرآن مجید کی آیات میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے اور خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں لیکن احادیث کے سبب ورود سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بعض آیات میں خصوصیت مورد کا یہی اعتبار ہوتا ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت میں اشکال پیدا کیا جاتا ہے جبکہ اس کے سبب ورود پر اگر غور کیا جائے تو یہ اشکال زائل ہو جاتا ہے وہ روایت اشکال اور اس کا ازالہ، ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

"عن أنس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیه وسلم مر بقوم یلقحون فقال لو لم تفعلوا الصلح قال فخرج شیصا فمر بھم فقال ما لنخلکم قالوا قلت کذا وکذا قال أنتم أعلم بأمر دنیا کم "[۲۸]

''انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو کھجوروں میں پیوند لگا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کرو تو اچھا ہوگا اس کے بعد ردی کھجوریں پیدا ہوئیں پھر کچھ دنوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس سے گزر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تمہاری کھجوروں کی کیا کیفیت ہے؟ انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سے اس طرح فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی دنیا کے معاملات کو زیادہ جانتے ہو۔''

اشکال:

اس حدیث مبارکہ سے بعض لوگ یہ اشکال پیدا کرتے ہیں کہ اس حدیث کو دنیا اور دین کے درمیان فرق اور فاصلہ تصور کیا جائے۔

ازالہ:

اگر اس حدیث کے سبب ورود پر غور کیا جائے تو یہ اشکال از خود زائل ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان پیوند لگانے والوں سے ہی مخاطب نہیں بلکہ سبب ورود کا اطلاق اپنے عموم کے ساتھ تمام مسلمان پر ہے یعنی مختلف امور میں مسلمانوں کو خطاب ہے کہ مسلمانوں کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی معلومات اور تجربات سے جو نتائج اخذ کرتے ہیں ان سے معاملات اور معلومات میں رُشد وہدایت ملتی ہے۔ کیونکہ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیوند لگانے کا حکم بہ حیثیت تشریع نہیں بلکہ بہ طور مشروہ تھا۔ تو اس طرح اس حدیث کا صحیح مفہوم اس کے سبب ورود سے واضح ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ابو داؤدؒ کی ایک حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انا بری من کل مسلم" تو اس حدیث مبارکہ میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے بالعموم مشرکین کے ممالک میں رہنے کو حرام قرار دیا ہے جبکہ حدیث کے سبب ورود کو دیکھا جائے تو یہ اشکال زائل ہو جاتا ہے۔

> "عن جرير بن عبد الله أن النبى صلى الله عليه وسلم بعث سرية الى خثعم فاعتصم ناس بالسجود فأسرع فيهم القتل فبلغ ذالک النبي صلى الله عليه وسلم فأمر لهم بنصف العقل و قال أنا برى من كل مسلم يقيم بين المشركين قالوا يارسول الله صلى الله عليه وسلم ولما قال لاترايا نارهما"[۲۹]
>
> "حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو خثعم کی طرف سیریہ روانہ کیا وہاں چند لوگوں نے سجدوں کے ذریعے پناہ ڈھونڈی لیکن مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا جب یہ خبر نبی کریمصلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصف دیت دینے کا حکم فرمایا اور فرمایا میں ایسے ہر مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے عرض کیا گیا یا رسول

اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں بیزار ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشرک سے اتنی دور رہیں کہ دونوں کو ایک دوسرے کی آگ دکھائی نہ دے۔"

اب اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آج کے دور میں تعلیم وتربیت علاج معالجہ، ملازمت، کاروبار اور سفر وغیرہ کے لیے اشد ضرورت ہو جاتی ہے غیر مسلم ممالک میں جایا جائے تو درج بالا حدیث مبارکہ کے سبب ورود سے تخصیص سامنے آتی ہے کہ مشرکین المحاربین اللہ ورسولہ کے ساتھ رہنے والے مسلمانوں کے لیے فرمایا گیا۔ لہٰذا حدیث کے سبب ورود پر غور کیا جائے تو یہ اشکال زائل ہو جاتا ہے۔

خلاصہ بحث:

الغرض علم اسبابِ ورود الحدیث کو ام العلوم کا درجہ حاصل ہے کسی بھی حدیث کے معانی و مفاہیم کو کماحقہ سمجھنے کے لیے اس علم کا جاننا ضروری ہے اس مضمون میں اسبابِ ورودِ حدیث کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے جبکہ اس علم پر اُردو میں کام کرنے کی اشد ضرورت ہے مسائل کا استنباط و استخراج اس علم کے بغیر ناممکن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی کو بھی سبب ورود کی بنا پر منقسم کیا گیا ہے حدیث کی اس تقسیم پر بھی تحقیق کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ القرآن سورۃ النساء آیت نمبر ۸۲

۲۔ القرآن سورۃ النجم آیت نمبر ۴۔۳

۳۔ القرآن سورۃ النحل آیت نمبر ۴۴

۴۔ القرآن سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۳

۵۔ القشیری مسلم بن حجاج، الصحیح للمسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر ۲۰۲۸، دار احیاء التراث العربی بیروت

۶۔ ابن منظور محمد بن مکرم، اللسان العرب، جلد نمبر ۶، صفحہ ۲۳۶ دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ھ

۷۔ ابن منظور محمد بن مکرم، اللسان العرب، جلد نمبر ۶، صفحہ ۲۳۶ دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ھ

۸۔ السیوطی امام جلال الدین عبدالرحمٰن، اللمع فی اسباب ورود الحدیث، صفحہ نمبر ۲۱، مکتب البحوث دار الفکر ۱۹۹۶ء

۹۔ السیوطی امام جلال الدین عبدالرحمٰن، اللمع فی اسباب ورود الحدیث، صفحہ نمبر ۲۸، مکتب البحوث دارالفکر ۱۹۹۶ء

۱۰۔ السیوطی امام جلال الدین عبدالرحمٰن، اللمع فی اسباب ورود الحدیث، صفحہ نمبر ۵، مکتب البحوث دار الفکر ۱۹۹۶ء

۱۱۔ الدمشقی ابراہیم بن محمد، البیان والتعریف صفحہ نمبر ۳ دار المعرفۃ بیروت ۲۰۰۳ء

۱۲۔ السیوطی امام جلال الدین عبدالرحمٰن، اللمع فی اسباب ورود الحدیث، صفحہ نمبر ۱۰۷، مکتب البحوث دار الفکر ۱۹۹۶ء

۱۳۔ ابن حمزہ الدمشقی ابراہیم بن محمد، البیان والتعریف، صفحہ نمبر ۳۲، دار المعرفۃ بیروت ۲۰۰۳ء

۱۴۔ البخاری محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر ۴۸۹۱، دار طوق اللمع السعودیہ

۱۵۔ البخاری محمد بن اسمٰعیل الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن حدیث نمبر ۴۸۹۱، دار طوق اللمع السعودیہ

۱۶۔ الترمذی محمد بن عیسیٰ، السنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر ۳۰۲۳، شرکۃ المکتبہ و مطبعہ مصر ۱۹۷۵ء

۱۷۔ الترمذی محمد بن عیسیٰ، السنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر ۳۰۲۳، شرکۃ المکتبہ و مطبعہ مصر ۱۹۷۵ء

۱۸۔ الترمذی محمد بن عیسیٰ، السنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر ۳۳۱۱، شرکۃ المکتبہ و مطبعہ مصر، ۱۹۷۵ء

۱۹۔ السیوطی امام جلال الدین عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، صفحہ نمبر ۸۴، الھیئۃ المصریہ ۱۹۷۴ء

۲۰۔ ابن تیمیہ الشیخ الاسلام، مجموع الفتاویٰ، جلد نمبر ۱۳، صفحہ نمبر ۳۳۹ دار الھدایٰ للنشر والتوریع ریاض ۱۹۸۸ء

۲۱۔ القشیری مسلم بن حجاج، الصحیح للمسلم، کتاب الصیام، حدیث نمبر ۲۸۰۷ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۲۔ القشیری مسلم بن حجاج، الصحیح للمسلم، کتاب الصیام، حدیث نمبر ۲۵۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۳۔ القشیری مسلم بن حجاج، الصحیح للمسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۱۹۰۳ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۴۔ القرآن سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۸۸

۲۵۔ سعیدی غلام رسول، التبیان القرآن، جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۹۵

۲۶۔ البخاری محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر ۴۵۶۷، دار طوق النجاۃ السعودیہ

۲۷۔ القشیری مسلم بن حجاج، الصحیح للمسلم، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۲۰۰۷ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۸۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد حدیث نمبر ۱۶۵۵

۲۹۔ البخاری محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب توحید، حدیث نمبر ۷۵۶۳، دار طوق النجاۃ السعودیہ